دین کی تحقیق اور محقق کا مائنڈ سیٹ

- دین پر تحقیق کرتے وقت ایک انسان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ اپنے پہلے سے بنے ہوئے تصورات (preconceived notions) اور ذہنی سانچوں سے باہر نکلنا ہوتا ہے۔
- ایک طالب علم یا محقق کی تربیت اس نہج پر ہونی چاہیے کہ وہ اپنے مخصوص فریم آف ریفرنس کو ایک طرف رکھ کر براہِ راست دین کے بنیادی مآخذ (Sources) پر غور کرے۔
- روایتی طور پر فقہ حنفی میں دین کے چار مآخذ بتائے جاتے ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔
- تاہم، دین پر غور کرتے وقت سب سے پہلا سوال یہ ہونا چاہیے کہ کسی بھی مسئلے پر "قرآن" کیا کہتا ہے، کیونکہ قرآن ہی ہر معاملے کو جانچنے کا پہلا ذریعہ ہے۔

سیدنا ابراہیم (علیہ السلام)، قانونِ اتمام حجت اور امامت

- قرآن کے مطابق، دین اور الٰہی رہنمائی کے دوسرے دور کا آغاز سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوا۔
- اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مختلف کڑی آزمائشوں (کلمات) سے گزارا اور جب وہ ان میں شاندار طریقے سے پورے اترے (فَأَتَمَّهُنَّ)، تو انہیں اور ان کی ذریت کو امامت (قیادت) کے منصب پر فائز کیا۔
- اللہ کا ایک عام طبعی قانون (قانونِ علت و معلول/Cause and Effect) ہے جس پر سائنس کام کرتی ہے، لیکن ایک اور قانون "قانونِ اتمامِ حجت" اور "قانونِ مکافاتِ عمل" ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ افراد اور قوموں کو میرٹ کی بنیاد پر دنیا میں ہی سزا و جزا دیتا ہے۔
- اس قانون کے تحت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی ایک شاخ (بنی اسرائیل) کو پہلے دنیا کی امامت دی گئی، لیکن جب وہ مسلسل نافرمان ہوئے، تو یہ منصب ان سے چھین کر ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ (بنی اسماعیل) کو دے دیا گیا۔

سورۃ الجمعہ اور نبی ﷺ کی بعثت کا پس منظر

- بنی اسماعیل کو قرآن میں "أُمِّيِّينَ" (Ummiyeen) کہا گیا ہے، کیونکہ ان میں تقریباً ۲۰۰۰ سال تک کوئی نبی نہیں آیا تھا اور بنی اسرائیل انہیں اسی نام سے پکارتے تھے۔
- سورۃ الجمعہ کی آیت ۲ ایک انتہائی اہم اور ضمانت کی حیثیت رکھنے والی آیت ہے جس میں فرمایا گیا: **"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ"** (وہی ہے جس نے امیین میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا)۔
- یہ آیت معمولی لفظی تبدیلیوں کے ساتھ قرآن میں چار مقامات پر آئی ہے: سورۃ البقرہ (آیات ۱۲۹ اور ۱۵۱)، سورۃ آل عمران (آیت ۱۶۴) اور سورۃ الجمعہ (آیت ۲)۔
- قرآن کا یہ اصول ہے کہ جب انسانوں میں اختلافات پیدا ہوئے تو اللہ نے نبی بھیجے، اور کتاب ہمیشہ نبی کے ساتھ نازل کی جاتی ہے تاکہ اختلافات کا فیصلہ کیا جاسکے (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۳)۔

منصبِ رسالت کی چار بظاہر ذمہ داریاں

اس آیت میں نبی ﷺ کے چار اہم کام بیان کیے گئے ہیں، جن پر امت میں گہری بحثیں ہوئی ہیں:

۱. آیات کی تلاوت (يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ):

- یہ واضح تاریخی حقیقت ہے کہ نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوا اور آپ ﷺ نے وہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔

۲. تزکیہ (وَيُزَكِّيهِمْ):

- امت میں یہ سوال پیدا ہوا کہ نبی ﷺ لوگوں کا تزکیہ (پاکیزگی اور نشوونما) کیسے کرتے تھے؟۔
- تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کا کوئی باقاعدہ طریقہ یا کلاسز نہیں ملتیں۔
- اس خلا کو پُر کرنے کے لیے "تصوف" نے جنم لیا۔ صوفیاء کا ماننا تھا کہ تزکیہ کوئی سکھانے والی چیز نہیں، بلکہ یہ نبی ﷺ کی محفل اور صحبت کی برکت سے خود بخود ہوتا تھا۔
- برصغیر کے مشہور عالم شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب 'الطاف القدس' میں اس کی تشریح کرتے ہوئے خربوزے کی مثال دی کہ جس طرح خربوزہ سورج کی تپش سے خود بخود پکتا ہے (بغیر یہ جانے کہ سورج کیا کر رہا ہے)، ویسے ہی صحابہ نبی ﷺ کی روحانیت سے فیض یاب ہو کر پاکیزہ ہوتے تھے۔

۳. کتاب کی تعلیم (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ):

- یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ ﷺ باقاعدہ قرآن کی کلاسز لیتے تھے، حالانکہ ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں بمشکل دو یا تین ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں نبی ﷺ نے کسی آیت کی تفسیر یا وضاحت کی ہو (جیسے روزے کے سفید دھاگے والا واقعہ)۔
- قرآن چونکہ واضح عربی زبان (بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ) میں تھا، اس لیے صحابہ کو اس کی تشریح کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔
- **اصحابِ صفہ کی حقیقت:** یہ مشہور ہے کہ "اصحابِ صفہ" مسجد نبوی میں علم حاصل کرنے والے طالب علم تھے، لیکن تاریخی اور قرآنی حقیقت یہ ہے کہ یہ مکہ سے آئے ہوئے وہ بے آسرا اور غریب مہاجرین تھے جن کے پاس کوئی روزگار یا ٹھکانہ نہیں تھا، اس لیے انہیں مسجد کے چبوترے (صفہ) پر ٹھہرایا گیا تھا۔ چونکہ وہ ہر وقت وہیں رہتے تھے، اس لیے وہ نبی ﷺ کو روزمرہ عبادات کرتے دیکھ کر دین سیکھ لیتے تھے، نہ کہ یہ کوئی باقاعدہ قرآنی یونیورسٹی تھی۔

۴. حکمت (وَالْحِكْمَةَ):

- آیت کے آخر میں "حکمت" کی تعلیم کا ذکر ہے۔
- پہلی صدی ہجری میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس پر بحث کی اور یہ رائے قائم کی کہ یہاں "حکمت" سے مراد "احادیث" (Hadith reports) ہیں۔